طلبائے علم کے لئے خصوصی مقالہ

امراء میں علم کا ذوق اور علماء کی آزمائشیں

مولانا محمد حبیب الرحمٰن خان شروانی

ہم اس عنوان میں صرف دو تین مثالیں بیان کریں گے۔مثالوں کی قلب کسی ذہن میں واقعات کی قلت کا شبہ نہ پیدا کرے۔ابتدائی ہجری صدیوں میں مسلمان امرا عالم ہونے کی حیثیت سے علماء کے پہلو بہ پہلو رہے ہیں۔بنی موسی اور سیف الدولہ کے فضل وکمال سے کون واقف نہیں۔مگر چونکہ ہم دوسری وادی میں ہیں اس لئے انہیں مثالوں پر اکتفا کرتے ہیں۔استاد ابن عمید وزیر آل بویہ نے ایک دفعہ بیان کیا کہ میں اس خیال باطل میں تھا کہ وزارت وریاست سے زیادہ پرلطف کوئی چیز دنیا میں نہیں۔مگر جب میں نے سلیمان ابن ایوب طبرانی اور جعانی کا مناظرہ سنا تو اس لطف کو بھول گیا۔اس مناظرہ میں طبرانی قوت حافظہ کے زور سے اور جسمانی جودت ذہن کی مدد سے اپنے حریف پر غالب آنے کی کوشش کرتے تھے یہاں تک کہ ان کی آوازوں میں بلندی پیدا ہونے لگی۔ایک بار جوش میں جعانی نے کہا کہ میرے پاس ایک ایسی حدیث ہے جو سارے عالم میں نہیں طبرانی بسم اللہ سنائیے،،جعانی نے سلسلہ روایت شروع کیا۔ابوخلیفہ تا سلیمان ابن ایوب۔طبرانی نے کہا سلیمان بن ایوب میرا ہی نام ہے۔اور ابوخلیفہ نے یہ حدیث مجھ ہی سے حاصل کی تھی اب تم مجھ سے اس کی سند عالی حاصل کرلو،،۔جعانی یہ سن کر دم بخود رہ گئے۔مجھ کو طبرانی کے اس وقت کی فرحت دیکھ کر یہ تمنا ہوئی کہ کاش میں طبرانی ہوتا تا کہ یہ لطف مجھ کو نصیب ہوتا[1]۔ادیب بے مثل صاحب ابن عباد فخر الدولہ وزیر تھے ایک موقع پر امیر بخارا نوح سامانی نے اپنی وزارت کے لئے در پردہ انہیں طلب کیا۔ابن عباد نے خفیہ نہ آسکنے کے جو عذر لکھے ان میں یہ بھی تھا کہ صرف میری کتابوں کے اٹھانے کے لئے چار سو اونٹوں کی ضرورت ہوتی ہے۔وزیر ممدوح کے ہمراہ ہر سفر میں صرف ادب کی کتابوں کے تیس اونٹ رہتے تھے[2]۔علامہ موفق الدین بغدادی ایک بار قاضی فاضل سے (جو سلطان صلاح الدین کے سب سے زیادہ مقرب امیر تھے) ملنے گئے تو ان کو اس حال

☆احتفظ بمذکرۃ فی جیبك ترتب لك اعمالك وتنظم اوقاتك وتذکرك بمواعیدك وتکتب بها ملاحظاتك.☆

میں پایا کہ خود لکھ رہے تھے اور دو کاتبوں کو مضمون بتلاتے جاتے تھے۔ان کے پہنچنے پر بہت سے علمی نازک سوال ان سے کئے مگر لکھنا اور مضمون بتلانا برابر جاری رہا۔علامہ ممدوح بیان کرتے ہیں کہ وہ شخص سراپا قلب ودماغ معلوم ہوتا تھا۔دوران تحریر میں لب اور چہرے سے جو طرح طرح کی حرکات ہویدا ہوتی تھیں وہ صاف کہہ رہی تھیں کہ کس قدر ولولہ اس کی طبیعت میں مضمون آفرینی کا تھا[۳]۔

اسلاف کی حق پسندی وراست گوئی

جس پاک گروہ کو ہم نے مدارس میں سرگرم طلب علم چھوڑا تھا اب اس کی نسبت یہ دیکھنا ہے کہ مکتب اور مدرسہ سے باہر آکر اس کے اخلاق اور اس کی طرز معاشرت کیسی رہی اس سے علاوہ اس کے کہ علما کے مزید حالات معلوم ہوں ہماری گزشتہ تعلیم کی نسبت یہ رائے قائم ہوسکے گی کہ وہ کس ڈھنگ کے انسان پیدا کرتی تھی۔عنوان ہذا میں ہم اخلاق انسانی کی جس سب سے اعلی اور افضل صفت کو اپنا موضوع قرار دیتے ہیں۔وہ کیا ہے؟ حق پسندی اور راست گوئی۔

دنیا میں شاید ہی کوئی انسان ہوگا جو اس امر کا مدعی نہ ہو کہ وہ حق اور راست بازی پر دل وجان سے شیدا ہے لیکن عمل (جو قول کی کسوٹی ہے) صاف کھرے اور کھوٹے کی حقیقت کھول دیتا ہے۔اور حق یہ ہے کہ حق پسندی جتنی بے بہا صفت ہے اسی قدر دشوار اور معرکہ خیز ہے وہ شخص بے شک حق پرست ہوسکتا ہے جو زبردست کے خوف منفعت کی امید اور عزیزوں کی محبت کو حق پر سے نثار کردے یا بالفاظ دیگر سوائے حق کے اس کو کسی سے کچھ سروکار نہ ہو۔کیا فرمایا تھا حضرت خیر البشر ﷺ نے اپنے صحابی جناب عمرؓ کی نسبت فترکه الحق وماله من صديق یعنی حق گوئی نے عمرؓ کو بے یار کر کے چھوڑا مگر ایسے انسان دنیا میں بہت کم ہوئے ہیں۔خداوند تعالی جن دلوں کو اس قدر بے لوث فرمادیتا ہے کہ وہ بجز حق کے سب سے بیگانہ ہوجاتے ہیں وہ البتہ اس عالی رتبے کو حاصل کرسکتے ہیں۔ایک سچ کی خاطر زبردست سے بے خوف۔فائدے سے بے پروا اور عزیز دل سے ناآشنا رہنا بیحد مشکل ہے اور غالبا کسی آدمی کی حق پرستی کے امتحان کے لئے ان حالتوں سے زیادہ عمدہ معیار ہاتھ آنا ناممکن ہے ۔لہذا ہم علمائے سلف کی حق پسندی انہیں تینوں حق کے دشمنوں کے مقابلے میں ثابت کریں گے۔ورنہ وعظ اور تصنیف دونوں تو بڑے دل کشا میدان اظہار حق کے ہیں۔

حق پسندی بمقابلہ حکام

لفظ حکام میں جس قدر جبروت اور قہاری اگلی تاریخ میں نظر آتی ہے اس کی نظیر آجکل کے آئینی عہد میں ملنی ناممکن ہے جس سلطنت کے زیر سایہ ہم رہتے ہیں وہ تو ایسی امن دوست اور رفاہ پسند ہے کہ ان مہیب صفات کا کوئی شمہ ان ممالک میں نہیں پایا جاتا الحمدلله علی ذلک مگر سارے عالم کے مخبر اخبار بھی ہم کو زمانہ حال میں کوئی ایسا فرماں روا نہیں بتلاتے جس کے دربار میں حجاج ابن یوسف یا تیمور کی ہیبت کا نشان مل سکے ۔پس جب ہم اس دور عافیت میں حق پسندی کا قحط پاتے ہیں تو اگلے زمانے میں اس صفت کا وجود عنقا ہونا چاہئے تھا۔لیکن واقعات اس کے خلاف ثابت کرنے کو آمادہ ہیں۔ان واقعات کو پڑھ کر معلوم ہوتا ہے کہ جن بزرگوں نے اگلے جلاد پادشاہوں کے عہد میں حق کو نباہا انہوں نے بڑا کام کیا۔

ایک مرتبہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے حجاج کو خطبہ پڑھتے دیکھا تو غضب آلود ہوکر برملا فرمانے لگے ۔خدا کا دشمن !خدا کی حرام کی ہوئی باتوں کو اس نے حلال کرلیا۔خدا کے گھر کو خراب کیا اور خدا کے دوستوں کو قتل ۔حجاج نے اپنی نسبت یہ سخت کلمات سن کر پوچھا کہ یہ کون ہے۔کسی نے کہا عبداللہ ابن عمر۔اتنا سن کر وہ سفاک آپ کی طرف مخاطب ہوا اور کہنے لگا کہ بڑے میاں اب تم سٹھیا گئے ہو اور تمہارے حواس بجا نہیں رہے ۔منبر سے اترا تو دل میں بخار بھرا ہوا تھا اپنے ایک ملازم کو ایما کیا اور اس نے ایک زہر میں بجھا ہوا حربہ حضرت ابن عمر کے پاؤں پر ماردیا اسی ہتھیار کی سُمّیت آپ (زہر) کی وفات کا باعث ہوئی ۔مزید عنایت دیکھئے کہ جو مرض خود پیدا کیا تھا اس کی عیادت کو آیا۔مگر حضرت عبداللہ نے نہ اس کے سلام کا جواب دیا نہ کلام کیا۔جو واقعہ ہم آگے بیان کرتے ہیں وہ استقلال وثابت قدمی کی ایک بے نظیر مثال پیش کرتا ہے اور اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حق پرستی ان بزرگوں کے دل ایسے مضبوط کردیتی تھی کہ موت ان کے سامنے کھڑی ہوتی اور وہ بے پروائی سے ہنستے اور جلاد کے ہاتھ میں شمشیر برہنہ ان کے واسطے کوئی خوفناک چیز ثابت نہ ہوتی ذلک فضل الله یوتیه من یشاء جلیل القدر تابعی حضرت سعید ابن جبیر سے دولت بنی امیہ مخالف ہوگئی تھی اور یہ بچتے پھرتے تھے۔مگر ایسی زبردست سلطنت کے پنجے سے بچنا ناممکن تھا۔والی مکہ نے ایک موقع پر ان کو پکڑ کر حجاج کے پاس بھیجدیا۔اس کی جفا جو طبیعت کو گویا ایک ضیافت ہاتھ آئی ۔اول تو نام

☆ثق بنفسك ولا تعتمد على الناس واعتبر انهم عليك لا لك وليس معك الا الله ولا تغتر باقوال الرخاء. ☆

پوچھا۔انہوں نے فرمایا کہ سعید ابن جبیر۔حجاج اس قدر طیش میں تھا کہ اس کوان کے نام کے اچھے الفاظ بھی تلخ معلوم ہوئے اور جوش غضب میں کہا کہ انت شقی بن کسیر سعید۔میری والدہ میرا نام تجھ سے بہتر جانتی تھیں۔حجاج اور بگڑا اور کہا کہ شقیت امک وشقیت انت یعنی تمہاری والدہ بھی بدبخت اور تم بھی بدبخت۔سعید۔غیب کا جاننے والا تیرے سوا اور ہے۔حجاج (جلکر) دیکھو تو میں تم کو دنیا کے بدلے میں کیسی لپٹیں مارتی ہوئی آگ دیتاہوں ۔سعید اگر میں یہ جانتا کہ یہ تیرے اختیار میں ہے تو میں تجھ کو اپنا معبود بنالیتا۔اب حجاج نے جوان کے قتل کے لئے بہانہ ڈھونڈتا تھا)ان سے مذہبی سوال شروع کردیئے جو پولٹیکل پہلو لئے ہوئے تھے۔

اور پوچھا کہ آں حضرت ﷺ کی نسبت تمہارا کیا قول ہے۔

سعید:۔آپ نبی رحمت اور امام ہدی تھے۔

خلفا کے بارے میں تمہاری کیارائے ہے ؟

سعید۔لست علیھم بوکیل۔(میں ان کا قاضی نہیں)

حجاج۔ان میں کون سب سے بہتر تھا۔

سعید: ارضاھم لخالقی،، جو میرے مالک کی مرضی کا سب سے زیادہ پابند تھا۔

حجاج: کون جو سب سے زیادہ رضا جو تھا۔

سعید:۔علم ذلک عندالذی یعلم سرھم ونجوھم۔(اس کو وہ خوب جانتا ہے جو ان کے بھیدوں سے اور پوشیدہ باتوں سے واقف ہے)

غرض عرصے تک اس قسم کے سوال وجواب رہے مگر حضرت ابن جبیر نے کوئی موقع گرفت کا نہیں پیدا ہونے دیا۔اور اپنے صاف صاف مگر جچے تلے جوابوں سے حجاج کی برہمی برابر بڑھاتے گئے آخر اس نے کھسیا کر کہا اے سعید بتاؤ میں کس مشکل سے تم کو قتل کروں۔

سعید: یاحجاج لنفسک فواللہ لاتقتلنی قتلة الاقتلک اللہ مثلھا(اے حجاج تو خود ہی پسند کر قسم رب کی جس طرح تو مجھ کو قتل کریگا اسی طرح خدا تجھ کو قتل کرے گا)

حجاج: کیا میں معاف کردوں۔

سعید:۔اگر عفو ہو تو خدا کی طرف سے ہو۔رہا تو پس تو نہ کسی کو بری کرسکتا ہے نہ کسی کا عذر قبول۔اتنی بحث کے بعد حجاج نے آخری حکم دے یا اور جلاد حضرت جبیر کو باہر لائے۔حجاج تو اپنی انتہائی طاقت

☆احذر کلمة (سوف) وتاخیر الاعمال والتسویف باداء الواجب فان ھذا اول الفشل والاخفاق .☆

صرف کر چکا تھا۔لیکن خدا کے سعید بندے کو ابھی تسلی نہیں ہوئی تھی۔باہر آ کر ہنسے۔حجاج کو خبر ہوئی تو اس نے پھر بلایا اور ہنسی کی وجہ دریافت کی ابن جبیر نے فرمایا:

عجبت من جراتک علی الله وحلم الله علیک. (مجھ کو خدا کے مقابلے میں تیری جرات پر اور تیری نسبت خدا کے حلم پر تعجب ہوا) حجاج اس گرم فقرے کو سن کر اور بھڑکا اور جلادوں سے کہا میرے سامنے گردن مارو۔اب ابن جبیر شہادت کے لئے مستعد ہوگئے اور قبلہ رو ہو کر فرمایا۔**وجهت۵۔ وجهی للذی فطر السموات والارض وماانامن المشرکین۔**

حجاج۔ان کا منہ قبلہ سے پھیر دو۔

سعید: **اینماتولوافثم وجه الله** (جدھر تم پھرو گے اسی طرف خدا کا منہ ہے)

حجاج: اوندھا ڈال دو۔

سعید:۔**منهاخلقنا کم وفیهانعیدکم ومنها نخرجکم تارۃاخری** (ہم نے اسی سے (یعنی زمین سے) تم کو پیدا کیا اور اسی میں تم کو لوٹا ئیں گے اور اسی سے ایک دفعہ تم کو پھر نکالیں گے)

حجاج نے ان کی سیف زبانی سے تنگ آ کر جلادوں کو اشارہ کیا کہ جلد اپنا کام کرو۔

سعید:۔سن لے میں اس کی شہادت دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔میری جان تو لے لے جب تو میدان حشر میں مجھ کو ملے گا تو میں تجھ سے لے لونگا۔حضرت ابن جبیر کی زبان پر یہ الفاظ تھے کہ جلاد کا ہاتھ اٹھا اور ان کا سرتن سے جدا ہو گیا۔**اناللہ و اناالیه راجعون** ۔

بنا کردند خوش رسمی بخون وخاک غلطیدن　　　خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

بعد قتل ان کے جسم سے خلاف معمول خون بہت نکلا۔جس سے حجاج سے سفاک کو بھی حیرت ہوئی اور اس نے اپنے طبیب خاص تیاذوق سے اس کی وجہ دریافت کی۔تیاذوق نے کہا کہ چونکہ ان کی خاطر بالکل مطمئن تھی اور قتل کا خوف قطعاً ان کے دل میں نہ تھا اس لئے خون اپنی اصلی مقدار پر قائم رہا۔بخلاف اور مقتولوں کے کہ ان کا خون ہیبت کے مارے پہلے ہی خشک ہو جاتا ہے۔علاوہ اس طبی شہادت کے حضرت ابن جبیر کے کلام کی برجستگی صاف کہہ رہی ہے کہ ان کی طبیعت بالکل آسودہ اور آرمیدہ تھی اور اضطراب کا نام بھی ان کے قلب میں نہ تھا۔یہ شعبان ۹۵ھ کا واقعہ ہے۔رمضان مذکور میں حجاج بھی راہی عدم ہو گیا۔

دیدی کہ خون ناحق پروانہ شمع را　　　چنداں اماں نداد کہ شب را سحر کند۶

☆اترك التردد في اتخاذ القرار وإياك والتذبذب في المواقف بل اجزم واعزم وتقدم.☆

انہیں کے ہم نام اور ہم عصر دوسرے تابعی حضرت سعید ابن المسیب کا ذکر ابن السائب بیان کرتے ہیں کہ ایک روز وہ اور میں دونوں بازار میں بیٹھے تھے کہ خلیفہ دمشق کا برید (نامہ بر) وہاں سے گذرا ابن المسیب نے اس سے پوچھا کہ تم بنی مروان کے برید ہو۔ برید۔ جی ہاں۔

ابن المسیب: تم نے ان کو کس حال میں چھوڑا۔

برید:۔ بخیر۔

ابن المسیب: نہیں بلکہ تم نے ان کو اس حال میں چھوڑا ہے کہ وہ آدمیوں کو بھوکا مارتے ہیں اور کتوں کا پیٹ بھرتے ہیں۔

برید یہ سن کر بگڑ گیا اور آنکھیں نکال کر ان کی طرف دیکھنے لگا۔ ابن السائب کہتے ہیں کہ میں دہشت زدہ ہو کر کھڑا ہو گیا کہ دیکھئے اب کیا ہو۔ برید دیر تک تیور بدلے کھڑا رہا مگر پھر کچھ سوچ کر چل دیا۔ جب وہ چلا گیا تو میں نے کہا ابن المسیب خدا تم کو نیکی دے تم کیوں اپنی جان کے پیچھے پڑے ہو۔ انہوں نے فرمایا بیہودہ چپ رہ جب تک میں حق پر قائم ہوں واللہ خدا مجھ کو دشمنوں کے قبضے میں نہ دیگا۔ ایک دفعہ تیس ہزار درہم دولت مذکور کی طرف سے ان کی خدمت میں پیش کئے گئے تو انہوں نے فرمایا کہ نہ مجھ کو بنی امیہ کی پرواہ ہے نہ ان کے مال و دولت کی۔ میں خدا کے سامنے جاؤنگا اور وہ میرا اور ان کا انصاف کرے گا۔ انہیں حق گوئیوں کا یہ نتیجہ ہوا کہ خلیفہ عبدالملک نے جاڑے کے موسم میں ان کو پٹوا کر سرد پانی ڈلوایا اور ایک دوسرے موقع پر پچاس درے لگوا کر سر بازار تشہیر کرائی ہے۔

عمر بن ہبیرہ جب خلیفہ دمشق یزید ابن عبدالملک کی جانب سے والئی عراق وخراسان مقرر ہو کر آیا تو اس نے خواجہ حسن بصری۔ امام ابن سیرین اور امام شعبی کو طلب کیا۔ اور ان کے سامنے یہ مدبرانہ تقریر کی۔ یزید ابن عبدالملک کو خداوند تعالی نے اپنے بندوں پر خلیفہ مقرر کیا ہے اور ان سے اس کی اطاعت کا عہد لیا ہے ہم سے (یعنی ملازموں سے) اس کے حکم سننے اور بجالانے کا۔ مجھ کو جو عہدہ خلافت کی طرف سے عطا ہوا ہے وہ آپ سب کو معلوم ہے۔ خلیفہ کی جانب سے ایک حکم مجھ کو ملتا ہے اور میں اس کی بے تامّل تعمیل کرتا ہوں۔ اس بارے میں آپ کی کیا رائے ہے۔

خواجہ حسن بصری نے اس پولیٹیکل گفتگو کا جواب جن صاف اور سچے الفاظ میں دیا وہ قابل شنید ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ اے ابن ہبیرہ! یزید کے معاملے میں خدا تعالی سے ڈر اور خدا تعالی کے معاملے میں یزید کا خوف مت کر خدا تعالی تجھ سے یزید کے شر کو دفع کر سکتا ہے مگر یزید اس احکم الحاکمین

☆لا تضيع عمرك في التنقل بين التخصصات والوظائف والمهن فإن معنى هذا انك لم تنجح في شيء.☆

کے قہر کو نہیں روک سکتا۔وہ وقت بہت دور نہیں ہے کہ خداوند عالم تیرے پاس اپنا ایک فرشتہ بھیجے گا جو تجھ کو شاندار تخت اور وسیع محل سے علیحدہ کر کے تنگ قبر میں پہنچا دے گا۔وہاں سوائے اعمال کے کوئی تجھ کو نجات نہیں دلوانے کا۔اے ہبیرہ!اگر تو خدا کا گناہ کرے تو خوب سمجھ لے کہ خلیفہ کو اس نے اپنے دین کا اور اپنے بندوں کا محافظ و ناصر مقرر کیا ہے۔پس خدا کے دین کے خلاف اس کے مقرر کئے ہوئے حاکم کی وجہ سے جسارت مت کر۔کیونکہ خالق اکبر کے مقابلے میں مخلوق کا حکم ماننا کسی طرح روا نہیں [۸]۔اسی یزید ابن ہبیرہ نے امام اعظمؒ کو ایک دفعہ طلب کر کے عہدہ قضا قبول کرنے کے واسطے کہا۔امام صاحب چونکہ یہ بار اپنے ذمہ لینا نہیں چاہتے تھے لہذا انکار کر دیا۔ابن ہبیرہ اس انکار سے بگڑ گیا اور گیارہ روز تک دس درے روزانہ ان کے لگوائے۔تاہم اس کا اصرار ان کے انکار پر غالب نہ آسکا۔اسی عہدہ قضا کی بدولت امام ابوحنیفہ کے مقدر میں اور آزمائش لکھی تھی۔جب منصور بغداد کا خلیفہ ہوا تو اس کی نظر بھی اس منصب کے لئے امام ممدوح پر ٹھہری چنانچہ ان کو کوفہ سے طلب کیا اور عہدہ مذکور کے قبول کرنے کی فرمائش کی۔امام صاحب اب بھی اپنی رائے پر سختی سے قائم تھے لہذا انکار کیا۔منصور نے قسم کھا کر کہا میں تم کو قاضی مقرر کرونگا۔انہوں نے جواباً بالقسم فرمایا کہ میں اس عہدے کو منظور نہیں کروں گا۔خلیفہ نے دوبارہ قسم کھائی۔انہوں نے مکرر قسمیہ انکار کیا اور اپنے انکار کی وجہ یہ بیان کی کہ میں اپنے آپ کو اس منصب کے قابل نہیں سمجھتا۔حاجب ابن ربیعہ نے (جو دربار میں حاضر تھا) خلیفہ کی خوشامد کی راہ سے کہا کہ امیر المومنین قسم کھا چکے ہیں پھر بھی تم انکار کئے جاتے ہو۔امام فقہ نے فرمایا کہ امیر المومنین کے لئے کفارہ قسم ادا کر دینا بہ نسبت میرے زیادہ آسان ہے۔خلیفہ جب ان کی رائے کسی طرح مقید نہ کر سکا تو خود ان کو قید خانے بھیج دیا اور بحالت محبوسی ۱۵۰ھ میں امام اعظم نے وفات پائی۔

ان دونوں واقعوں کے ساتھ ایک تیسرا واقعہ اور ملایئے جس سے امتیاز مراتب کا نکتہ حل ہوگا۔ایک زمانے میں حاکم کوفے نے یہ حکم دے دیا تھا کہ ابوحنیفہ فتویٰ نہ دیا کریں۔چنانچہ امام صاحب نے فتویٰ دینا چھوڑ دیا تھا۔انہیں دنوں کا ذکر ہے کہ ایک دن امام ممدوح گھر میں تشریف رکھتے تھے بی بی اور بچے پاس تھے صاحبزادی نے روزے کے متعلق ایک مسئلہ پوچھا۔آپ نے فرمایا بیٹا!یہ مسئلہ اپنے بھائی حماد سے پوچھ لو مجھ کو حاکم کی طرف سے فتویٰ دینے کی ممانعت ہے۔اس لئے میں تمہارے سوال کا جواب نہیں دے سکتا [۹]۔کیا اس سے بڑھ کر حق پرستی ہوسکتی ہے۔عہدۂ قضا قبول نہ کرنا

☆[۸] لا تغضب فان الغضب یفسد المزاج و یغیر الخلق و یسیء العشرۃ و یفسد المودۃ و یقطع الصلۃ.☆

اپنے نفس کا حق تھا جس کوانہوں نے حاکم اورخلیفہ کے مقابلے میں برسردربارنہیں چھوڑااورفتوی نہ دیناحاکم کاحق تھاجس کوانہوں نے خلوت اورگھرکی چاردیواری کے اندربھی ملحوظ رکھا۔

امام یزیدابن حبیب تابعی ایک دفعہ علیل تھے۔ابن سہیل رائی مصران کی عیادت کوآیا۔اثنائے کلام میں اس نے پوچھا کہ جس کپڑے پرمچھرکاخون لگاہواس سے نماز جائز ہے یانہیں۔امام نے یہ سن کر غصے سے منہ پھیرلیااورکچھ نہیں کہا۔جب امیرنے چلنے کاقصدکیاتواس کونظربھرکردیکھااورکہاکہ توروزانہ خداکے بندوں کاتوخون بہاتاہے اورمچھرکے خون کافتوی پوچھنے چلاہے؟۔خلیفہ دمشق ہشام ابن عبدالملک نے اپناایک معتمدامام اعمش کوفی کے پاس اس غرض سے بھیجاکہ ان سے حضرت عثمانؓ کی خوبیاں اورحضرت علیؓ کی برائیاں لکھوالائے۔جب ایلچی نے خلیفہ کارقعہ دیاتوانہوں نے اس کوپڑھ کرایک بکری کے منہ میں دے دیابکری اس کوچباچکی تومعتمدخلافت سے فرمایاکہ اپنے آقاسے کہہ دیناکہ اس کے پروانے کایہی جواب ہے۔قاصدکوحکم تھاکہ جواب تحریری لائے۔لہذااس نے منت کی کہ جوکچھ جواب ہولکھ دیجئے اصرارسے تنگ ہوکرانہوں نے یہ جواب لکھ دیا:۔

بسم الله الرحمن الرحيم .اما بعدفياامير المومنين لو كان لعثمان رضى الله عنه مناقب اهل الارض مانفعتک ولو كانت لعلى رضى الله عنه مساوى اهل الارض ماضرتک فعليک بخويصدنفسک والسلام ١١ھ ۔یعنی اے امیرالمومنین اگرحضرت عثمانؓ میں سارے جہان کی خوبیاں تھیں توتجھ کوکچھ نفع نہیں اوراگرحضرت علیؓ میں دنیابھرکی برائیاں تھیں توتیراکچھ نقصان نہیں۔پس توخاص کراپنے نفس کی خبرلے۔والسلام۔

ابوجعفرمنصورخلیفہ بغدادنے ایک بارامام عبداللہ ابن طاؤس کواپنے پاس بلایااوراثنائے ملاقات میں ابن طاؤس سے کہاکہ اپنے والدسے کوئی حدیث روایت کرو۔اس فرمائش سے ابن طاؤس کے ہاتھ اس امرکاگویاموقع لگاکہ وہ خلیفہ کواس کی بے اعتدالیوں اورسختی پرتنبیہ کرے۔اورانہوں نے یہ حدیث انتخاب کرکے سنائی **حدثنا ان اشدالناس عذابا يوم القيامة رجل اشركه الله تعالى فى سلطانه فادخل عليه الجور** یعنی میرے والدنے مجھ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ قیامت کے دن سب سے بڑھ کرعذاب اس کوہوگاجس کوخداتعالی اپنی حکومت میں شرکت دے اورپھروہ ظالمانہ حکومت کرے۔منصورایسے قہارفرماں رواکے سامنے اس قدریہ جرات۔امام مالک فرماتے

☆مامضى فات وما ذهب مات فلا نفكر فيما مضى فقد ذهب وانقضى.☆

ہیں کہ مجھ کو ابن طاؤس کے قتل کا پورا یقین ہوگیا اور میں نے اپنے دامن سمیٹ لئے کہ مبادا ان کے خون کی چھینٹیں میرے کپڑوں پر پڑیں۔خلیفہ دیر تک ساکت رہا پھر نگاہ اٹھائی اور ایک اور سوال کیا۔ابن طاؤس کے قلب پر اب بھی خلیفہ کا رعب غالب نہیں آیا تھا۔اس سوال کا جواب بھی پوری آزادی سے دیا۔خلیفہ نے تنگ آ کر کہاقوما عنی یعنی میرے پاس سے دونوں اٹھ جاؤ۔ابن طاؤس نے فرمایاذلک ماکنا نبغی یہ تو ہماری عین مراد ہے۔اور یہ کہہ کر اٹھ کھڑے ہوئے امام مالک فرماتے ہیں کہ اس روز سے میں ابن طاؤس کے فضل کو مان گیا ہوں[۱۲]۔فقہ کے چار امام جن کی امامت آج تک چار دانگ عالم میں مسلم ہے اور کروڑوں نفوس انسانی پر ان کی روحانی سلطنت صد ہا برس سے قائم ہے ان میں سے امام ابوحنیفہ کا حال آپ سن چکے۔امام مالک کے ایک دفعہ ستر درے مارے گئے کہ کسی مسئلہ میں حق کا اور حکومت کا مقابلہ تھا اور انہوں نے فتوی دینے میں حق کی رعایت کی تھی[۱۳]۔

یہی سلوک امام احمد بن حنبل کے ساتھ خلیفہ مامون الرشید کی خلافت میں عقاید کے ایک مسئلہ کے اختلاف کی وجہ سے کیا گیا[۱۴]۔ایک دن کا ذکر ہے کہ خلیفہ منصور کے چہرے پر مکھی بیٹھی اس نے اڑادی۔مکھی حسب عادت پھر آن بیٹھی۔خلیفہ نے پھر اڑادی۔غرض کئی دفعہ یہی اتفاق ہوا۔آخر خلیفہ نے جھلا کر ابن سلیمان مشہور مفسر سے پوچھا کہ مکھی پیدا کرنے کی خدا کو کیا ضرورت پڑی تھی۔اس عالم ربانی نے فرمایا کہ متکبروں کا غرور توڑنے کے لئے پیدا کی[۱۵]۔

خلافت عباسیہ نئی نئی قائم ہوئی تھی اور خاندان بنی امیہ کے نیست ونابود کرنے اور ملک سے ان کا اثر مٹانے کی کوششیں بڑی بے دردی اور سفا کی سے عمل میں آرہی تھیں کہ اسی اثناء میں عبداللہ ابن علی خلیفہ سفاح کا چچا شام کا حاکم مقرر ہوا۔امیر مذکور نے وہاں پہنچ کر اول تو خلافت کے بقیہ دعوے داروں کی پوری صفائی کی اس کے بعد ایک عظیم الشان دربار منعقد کیا جس میں جاہ وجلال کا اظہار انتہا کو پہنچایا گیا تھا چار جنگی صفیں ایوان دربار میں قائم تھیں جو مختلف مہیب ہتھیاروں سے مسلح تھیں۔ان صفوں کے بیچ میں تخت امارت نصب تھا۔جب امیر نے دربار میں آ کر جلوس کیا تو شام کے مقتدا امام اوزاعی طلب ہوئے۔امام ممدوح جس وقت دارالامارۃ کے دروازے پر پہنچے تو گھوڑے پر سے اتار لئے گئے اور دو آدمیوں نے ان کے بازو پکڑ کر تخت سے اتنا قریب لا کھڑا کیا کہ امیر خود ان سے کلام کر سکے۔

امیر نے ان کو دیکھ کر کہا کہ تمہارا نام عبدالرحمن ہے۔

امام اوزاعی: جی ہاں۔ خدا امیر کو صلاحیت دے۔

امیر:۔ بنی امیہ کی خونریزی کی نسبت تمہاری کیا رائے ہے۔

امام:۔ تمہارے اور ان کے مابین چونکہ عہد تھا اس لئے تم کو لازم تھا کہ عہد و پیان کی رعایت کرتے اور عہد شکنی نہ کرتے۔

امیر: (بگڑ کر) یہ ہم جانیں اور وہ جانیں۔ ہم میں باہم کوئی عہد نہ تھا۔

امام اوزاعی فرماتے ہیں کہ امیر کے تیور پھرے دیکھ کر میرے قلب پر بے کسی کی سی حالت طاری ہوئی اور جان کا خوف معلوم ہونے لگا۔ اسی وقت مجھ کو خیال آیا کہ عبدالرحمٰن ایک دن اس سے بھی بڑے حاکم کے حضور میں حاضر ہونا ہے اس خیال کے آتے ہی میرے دل کا اضطراب جاتا رہا اور قوت سی پیدا ہوگئی اور میں نے صاف صاف امیر سے کہا کہ بیشک ان کا خون تم پر حرام تھا۔ اس زوردار فقرے کو سن کر امیر طیش کے مارے تھرا گیا جوش خون سے آنکھیں سرخ ہوگئیں اور رگیں ابھر آئیں۔ اسی غضب کی حالت میں کہنے لگا ویحک اللہ[۱۶] یہ تم نے کس طرح کہا۔

امام:۔ اس طرح کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کسی مرد مسلمان کا قتل روا نہیں جب تک کہ ان تین حالتوں میں سے ایک حالت پیش نہ آئے۔ یا تو وہ اس حال میں زنا کرے کہ اس کی شادی ہو چکی ہو یا قاتل ہو یا مرتد ہو جائے۔

امیر کیوں! کیا ہماری حکومت دینی نہیں (گویا اس کا یہ مطلب تھا کہ چونکہ ہماری خلافت از روئے دین ثابت ہے لہذا اس کا مخالف تارک دین ہوا) امام تمہاری حکومت دینی کیونکر ہو سکتی ہے۔

امیر:۔ کیا آں حضرت نے حضرت علیؓ کے لئے وصیت نہیں فرمائی۔

امام:۔ اگر حضرت علیؓ کے لئے وصیت ثابت ہوتی تو دونوں حَکَم حُکم نہ دیتے۔ امیر کے پاس چونکہ اس کا جواب کچھ نہ تھا اس لئے خاموش تو ہو گیا مگر شدت اشتعال کے سبب سے سراپا غضب معلوم ہوتا تھا امام اوزاعی فرماتے ہیں کہ امیر کی خاموشی نے مجھ کو یقین دلایا کہ کوئی دم میں میرا سر قدموں پر آتا ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد خلاف توقع امیر نے ہاتھ کے اشارے سے حکم دیا کہ امام دربار سے باہر کر دئے جائیں۔ چنانچہ یہ وہاں سے تشریف لے آئے۔ دارالامارۃ سے کچھ دور نکلے تھے کہ ایک سوار ان کی طرف تیز آتا ہوا نظر پڑا۔ سوار کو دیکھ کر جان کا خوف امام اوزاعی کو اول سے بھی زیادہ ہوا اور وقت اخیر سمجھ کر نماز شروع کر دی۔ جب سلام پھیرا تو سوار نے سلام کیا اور اشرفیوں کی ایک

☆الا تعلم ان فی الناس من فقد عقلہ او صحتہ او ہو محبوس او مشغول او مبتلی ۔☆

تھیلی من جانب امیر پیش کی ۔انہوں نے وہ اشرفیاں قبول کرلیں اور گھر پہنچنے سے پہلے مستحقوں کوتقسیم کردیں[۱۶]۔

اسلام نے بیت المال کی بنیاد جن اصولوں پر ڈالی تھی وہ خلافت راشدہ کے بعد بالکل بدل گئے تھے اور مسلمانوں کا قومی مال محض خلفاء وسلاطین کا جیب خرچ خیال کیا جاتا تھا جو علمائے اسلام بیت المال کے اصلی اغراض سے واقف تھے ان کے دل اس اسراف کو دیکھ دیکھ کر کڑھتے تھے اور جب ان کو موقع ہاتھ آتا ان کی زبان خلفاء کو برملا متنبہ کرنے سے باز نہیں رہتی تھی۔حضرت سلیمان ثوری ایک دفعہ خلیفہ مہدی کے پاس گئے اوراس سے کہا کہ مجھ کو یہ روایت پہنچی ہے کہ خلیفہ ثانی حضرت عمرؓ نے اپنے ایک سفر حج میں صرف بارہ اشرفیاں صرف کی تھیں تمہارا اسراف جس حد کو پہونچا ہے وہ ظاہر ہے۔خلیفہ نے خشم ناک ہوکر کہا تم اپنی سی ذلیل حالت میری بھی کیا چاہتے ہو۔حضرت سفیان نے جواب دیا کہ مجھ سے مت بنو مگر جس حال میں ہو اس میں تو کمی کردو[۱۷]۔

ایک دفعہ ہارون الرشید اور شاہزادے امام مالک کے یہاں گئے۔خلیفہ نے امام صاحب سے حدیث سنانے کی فرمائش کی امام ممدوح نے فرمایا کہ میں نے عرصے سے طریقہ قراءت چھوڑ دیا ہے اب اورلوگ حدیث مجھ کو سناتے ہیں اور میں سنتا ہوں۔ہارون الرشید نے کہا کہ بہتر ہے میں ہی سناؤں گا مگر پہلے عام آدمیوں کو اپنی مجلس سے باہر کردیجئے۔امام مالک نے جواب میں ارشاد کیا کہ اگر خواص کی خاطر سے عوام محروم کئے جائیں گے تو خواص کو بھی نفع نہیں پہنچ سکتا۔یہ فرماکر اپنے ایک شاگرد ابن عیسی کو حکم دیا کہ سبق شروع کریں چنانچہ ابن عیسی نے فوراً سبق شروع کردیا اور خلیفہ کو خاموش رہنا پڑا[۱۸]۔

خلیفہ مذکور نے ایک بار ابن ادریس کو بلاکر عہدہ قضا قبول کرنے کے واسطے کہا۔انہوں نے انکار کیا تو رشید نے بگڑ کر کہا کہ کاش میں تیری صورت نہ دیکھتا۔ابن ادریس نے متانت سے جواب دیا کہ کاش میں تیری صورت نہ دیکھتا۔اور یہ کہہ کر دربار سے چلے آئے[۱۹]۔امیر سلیمان ابن علی نے اہواز سے ایک قاصد امام ادب خلیل بصری کے پاس بھیجا اور ان کو امیرزادے کی تعلیم کے لئے طلب کیا۔ایلچی کی خبر پاکروہ ادیب بے مثل باہر آیا۔خشک روٹی کا ایک ٹکڑا ہاتھ میں تھا۔وہ ٹکڑا قاصد کو دیا اور کہا کہ لو میرے پاس تو یہی ماحضر ہے اور جب تک یہ موجود ہے خلیل کو سلیمان کی پروانہیں۔اس کے بعد یہ اشعار لطیف فی البدیہ تصنیف کرکے اس کے حوالے کئے۔

ابلغ سلیمان انی عنه فی سعة   وفی غنی غیر انی لست ذامال

☆عش مع القرآن حفظا وتلاوة وسماعا وتدبرا فانه من اعظم العلاج لطرد الحزن والهم ☆

سخی بنفسی انی لااری احدا یموت ھزلا ولایبقی علی حال

والفقرفی النفس لافی المال تعرقه ومثل ذلک الغنی فی النفس لاالمال

فالرزق عن قدر لاالعجزینقصه ولایریدک فیه حول محتال ۲۰ ؎

شہر دمشق ایک صدی تک دولت بنی امیہ کادارالخلافہ رہا تھا اس لئے خارجیت کاوہاں بڑازورتھا۔امام نسائی (جن کی سنن صحاح ستہ میں شامل ہے)جب وہاں تشریف لے گئے توایک روزمسجد میں ایک شامی نے ان سے پوچھا کہ حضرت معاویہؓ کے فضائل کیاہیں۔امام ممدوح نے فرمایا کہ تواس کوکافی نہیں سمجھتا کہ وہ اپنی جان بچالے جائیں جوتوان کے مناقب پوچھنے چلا ہے اس فقرے کوسن کردمشقی بھڑک اٹھے اوراس قدرضربیں امام نسائی کے ایک نازک مقام پرماریں کہ وہ بیہوش ہوگئے۔حالت بیہوشی میں ان کے رفقاان کومسجد سے باہرلائے اوراسی دردناک صدمے سے اس امام حدیث نے وفات پائی۲۱؎۔

امام سلفی کے درس میں ایک دن بادشاہ مصرمع اپنے بھائی کے آکرشریک ہوا۔اوروہاں بیٹھ کربھائی سے باتیں کرنے لگا۔یہ سوئے ادب دیکھ کرامام موصوف نے بادشاہ کوسرزنش کی اورفرمایا کہ ہم حدیث نبوی اس لئے نہیں پڑھ رہے ہیں کہ تم یہاں بیٹھ کرباتیں کرو۲۲؎۔ابوغالب لغوی نے جب اپنی کتاب فن لغت میں تصنیف کی توامیر مجاہد مرشیہ کے بااقتدارفرماں روانے اپنے ایک معتمد کے ہاتھ ایک ہزاراشرفیاں ان کے پاس بھیجیں اوریہ فرمائش کی کہ کتاب مذکور کے دیباچے میں یہ الفاظ درج کردیں مماالفہ ابوغالب لابی الجیش مجاھد یعنی اس کتاب کوابوغالب نے امیرمجاہد کے لئے تصنیف کیاہے۔ابوغالب نے عطیہ شاہی واپس کردیااورکہلابھیجا کہ اگرساری دنیامجھ کودی جائے توبھی میں جھوٹ بولنا روانہیں سمجھوں گا۔میں نے یہ کتاب خاص کرامیر کے واسطے تالیف نہیں کی بلکہ عام نفع کے خیال سے لکھی ہے۲۳؎۔ابن السکیت مصنف اصلاح المنطق خلیفہ بغدادمتوکل کی خدمت میں حاضر تھے کہ خلافت کے لخت جگرمعتز اورموید نمودار ہوئے متوکل نے ان سے پوچھا کہ یعقوب تم کوکون زیادہ محبوب ہے۔میرے یہ دونوں بیٹے یاحسنینؓ ابن السکیت نے جواب دیا کہ واللہ حضرت علیؓ کاخادم قنبرتم سے اورتمہارے دونوں بیٹوں سے کہیں بہتر ہے۔کیااس تصریح کی ضرورت ہے ابوحنیفہ کے دل میں ان الفاظ نے کیاتاثیر کی۔جس زبان سے یہ الفاظ نکلے تھے وہ خلیفہ کے حکم سے باہرنکال لی گئی اورزبان کے ساتھ روح نے بھی جسم سے مفارقت کی۲۴؎۔

☆مامضی فات وما ذھب مات فلا تفکر فیما مضی فقد ذھب وانقضی.☆

قاضی ابن رشد مشہور فلسفی جب امیر منصور خلیفہ اندلس کے حضور میں کوئی علمی مسئلہ بیان کرتے تھے ۔تو نشاء کمال ان کے دل سے خلیفہ کی عظمت مٹا دیتا اور ان معمولی الفاظ سے خطاب کرتے اسمع یا اخی یعنی اے بھائی سن ۔مولانا شمس الدین رومی کی عدالت میں ایک معاملے میں سلطان بایزید نے شہادت دی تو شہادت سلطانی کو انہوں نے قبول نہیں کیا۔جب سلطان نے وجہ پوچھی تو مولانا نے جواب دیا کہ سلطان نماز میں جماعت کا پابند نہیں اور تارک جماعت کی شہادت مردود ہے[۲۴]۔سلطان محمد خاں نے ایک بار اپنا موسوم (مراسلہ) قاضی بروسہ مولانا شمس الدین کورانی کے پاس بھیجا۔اس میں کوئی بات خلاف شرع درج تھی۔مولانا اس کو دیکھ کرا تنا برافروختہ ہوئے کہ سلطانی فرمان پھاڑ کر لانے والے کو باہر نکال دیا سلطان کو ان کی یہ حرکت بہت ناگوار ہوئی اور عقب سلطانی کا یہ نتیجہ ہوا کہ مولانا کو عہدہ قضا کے ساتھ سلطنت روم بھی چھوڑنی پڑی[۲۵]۔مولانا ابن خطیب ایک روز عید کی مبارک باد دینے ایوان سلطانی کو گئے ۔ان دنوں وہ خزانہ سلطنت کے وظیفہ خوار بھی تھے ۔اور سو درہم یومیہ ان کو ملتے تھے۔جب دربار کو چلے تو چند طلباء ہمرکاب تھے۔حضور سلطانی میں پہنچے تو سلطان نے ازراہ حسن اخلاق سات قدم بڑھ کر استقبال کیا۔مولانا نے بجائے جھک کر آداب بجالانے کے سلام کیا اور بجائے دست بوسی کے مصافحہ کیا ان کے ایک شاگرد کو استاد کا یہ خلاف آداب برتاؤ ناگوار گذرا اور واپسی میں اس نے کہا کہ آخر سلطان فرمانروائے وقت ہیں کچھ تو آپ کو جھکنا تھا۔ابن خطیب نے فرمایا کہ آیا یہ فخر سلطان کے لئے کم ہے کہ ابن خطیب جیسا فاضل ان کے پاس گیا اور میں خوب جانتا ہوں کہ سلطان اسی کو غنیمت سمجھتے ہیں[۲۶]۔

مولانا یوسف قاضی قسطنطنیہ ایک دن مسجد سے نماز پڑھ کر نکلے تو دروازے پر صدر اعظم کے چوب دار کو حاضر پایا جوان کے بلانے کو آیا تھا۔اس وقت مولانا کے سر پر چھوٹا سا عمامہ تھا۔چھوٹا عمامہ باندھ کر بارگاہ وزارت میں جانا خلاف ادب تھا۔مگر خدا پرست مولانا کے دل نے گوارا نہ کیا کہ رب العزت سے زیادہ ادب اس کے ایک بندے کا کریں اسی عمامے کو باندھے صدر اعظم کے حضور میں چلے گئے ۔وہاں پہنچے تو اعتراض ہوا انہوں نے راست بازی سے اپنا خیال صاف صاف ظاہر کر دیا جس کو سن کر وزیر اعظم نے بہت پسند کیا اور حضور سلطانی میں اس کی نقل کی[۲۷]۔......

(جاری ہے)

حواشی

۱۔تذ ج۳صفحہ۱۲۹
۲۔ابن ۔ج۱۔صفحہ۸۶و۳۴۴
۳۔عیون ج۲۔صفحہ۲۰۵
۴۔تذ۔ج۱۔صفحہ۳۲
۵۔میں نے اپنا منہ کیا اسی کی طرف جس نے بنائے آسمان وزمین ایک طرف کا ہوکر اور میں نہیں شریک کرنے والا۔
۶۔ابن ۔ج۱۔صفحہ۱۰۵وعیون ۔ج۱۔صفحہ۱۲۳
۷۔ابن ۔ج۱۔صفحہ۲۰۷
۸۔ابن ۔ج۱۔صفحہ۱۲۸
۹۔ابن ۔ج۱۔صفحہ۲۵۲وج ۲۔صفحہ۱۶۳و۱۶۴و۱۶۶
۱۰۔تذ۔ج۱۔صفحہ۱۱۶
۱۱۔ابن ۔ج۱۔صفحہ۲۱۳
۱۲۔ابن۔ج۱۔صفحہ۲۳۳
۱۳۔ابن ج۱۔صفحہ۴۳۹
۱۴۔ابن ج۲۔صفحہ۱۶۴
۱۵۔ابن ج۲صفحہ۱۱۳
۱۶۔خداتم پر رحم کرے
۱۷۔تذ۔ج۱۔صفحہ۱۶۲
۱۸۔تذ ج۱صفحہ۱۸۵
۱۹۔تذ۔ج۱۔صفحہ۱۹۱
۲۰۔تذ۔ج۱صفحہ۲۵۸
۲۱۔نزہتہ صفحہ۵۷
۲۲۔تذ۔ج۲۔صفحہ۲۶۶
۲۳۔تذ۔ج۴۔صفحہ۹۶
۲۴۔ابن ۔ج۱صفحہ۹۷
۲۵۔ابن ج۲۔صفحہ۳۰۹و۳۱۱
۲۶۔عیون ۔ج۲صفحہ۷۷
۲۷۔شق ج۱صفحہ۲۸

نئی کتاب

اسلامی قوانین

بائبل اور دورِ جدید کے تناظر میں

جاوید احمد عنبر مصباحی

انس پبلی کیشنز 40 اُردو بازار، لاہور

مکتبہ قادریہ۔مین یونیورسٹی روڈ، بالمقابل عسکری پارک، کراچی

☆لا تنتظر شکرا من احد ویکفی ثواب الصمد وما علیک من جحد وحقد وحسد۔☆

القسم العربی

مجلة الفقة الاسلامی

تصدر من

اكاديمية الفقة الاسلامي المعاصر

ص ب ١٧٧٧٧ گلشن اقبال

كراتشي پاكستان

رئيس التحرير

الاستاذ الدكتور / نور احمد شاهتاز

☆

مساعد رئيس التحرير

الاستا غلام نصير الدين نصير   الدكتور محمد صحبت خان

فهرس المو ضوعات

العدل بين الزوجات فی ضوء السنة 88

☆اذا اصبحت فلا تنتظر المساء وعش في حدود اليوم، واجمع همك لا صلاح يومك. ☆